نام کتاب : روح الامین کی معیت میں کاروان نبوت ﷺ

مولف : پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

ناشر : مکتبہ دعوۃ الحق، ۲۳۴-شاہ فیصل کالونی بلاک: ۵، کراچی۔

صفحات : ج اول: ۱۸۴، ج دوم: ۲۵۶، ج سوم: ۲۸۸، ج چہارم: ۲۸۸۔

تبصرہ نگار : سید عزیز الرحمٰن ❁

سیرت طیبہ بہ طور فن اپنے اندر بہت سے اعجازی پہلو رکھتی ہے، ان پہلوؤں کا مطالعہ بجائے خود ایک دل چسپ موضوع ہے۔ سیرت نگاری اور بالخصوص اردو سیرت نگاری میں اس اسلوب کا تنوع اپنے اندر اسی نوعیت کے کئی سبق رکھتا ہے۔

سیرت نگاروں نے اپنی بات کہنے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ بیان کرنے کے لیے اپنے اپنے ذوق سے کچھ انداز و اسالیب اختیار کیے ہیں، اس تنوع سے ہمیں متعدد فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں قارئین کے لیے اپنے اپنے ذوق کے مطابق کتبِ مطالعہ کا انتخاب آسان ہو جاتا ہے، کئی ایک ایسے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں، جو عمومی اور مروج سیرت نگاری میں شاید سامنے نہ آپاتے، یا اس قدر نمایاں نہ ہوسکتے۔ اس لیے اسلوب کا تنوع ایسی چیز نہیں، جسے سیرت نگاری میں اجنبیت کی نظر سے دیکھا جائے۔ قرآن کریم کو سیرتِ طیبہ کے حوالے سے اہم اور اولیں ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تو فرمان مبارک ہی یہی ہے کہ کان خلقہ القرآن اور اس قول کے پیش نظر سیرت نگاروں نے قرآن کریم سے استفادہ کرتے ہوئے جو کتب تحریر کی ہیں، ان کی تعداد بھی سیکڑوں میں ہے۔ یہ الگ بحث ہے کہ ان میں واقعتاً کس قدر کتب ایسی ہیں جن میں قرآن کریم کی روشنی میں سیرت نگاری کا دعویٰ مکمل طور پر درست ثابت ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کے مولف ڈاکٹر تسنیم احمد نے قرآن کریم کی نزولی ترتیب سامنے رکھتے ہوئے سیرت طیبہ تحریر کی ہے۔ یہ ان کے طویل منصوبے کا حصہ ہے، جو ان کے اپنے بیان کے مطابق دس جلدوں پر مشتمل ہو گا؛ چار حصے مکی زندگی اور چھ حصے مدنی زندگی پر۔

❁ ڈائریکٹر، ریجنل دعوۃ سنٹر (سندھ) کراچی۔

(publication.da.iiui@gmail.com), (rdciiui@yahoo.com)

مولف اپنے منہج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مالک کی توفیق سے یہ ارادہ کیا ہے کہ کاروانِ نبوت ﷺ کی تاریخ کے پسِ منظر میں نزول قرآن کو بھی زمانی ترتیب Chronological کے ساتھ بیان کیا جائے۔ یہ سیرت النبی ﷺ پر اس پروجیکٹ کا محوری نکتہ Focal Point ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مبارک و متحرک اور انقلاب آفرین داستانِ حیات اور قرآن مجید کے ربط پر میری یہ کوشش شاید دورِ حاضر میں احیائے دین کی تحریکات کے علم برداروں کے درمیان زندہ قلوب اور تازہ اذہان رکھنے والے میر کارواں میں تفکر و تدبر کی نئی لہر پیدا کر سکے۔" (ج ۱، ص ۷)

کتاب کی ابتدائی چار جلدوں کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلی جلد کے ۸، دوسری جلد کے ۲۳ اور تیسری جلد کے ۲۰ ابواب ہیں، جب کہ چوتھی جلد باب نمبر ۵۲ سے ۶۵ تک محیط ہے۔ پہلی جلد میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اور یہودیت اور عیسائیت کے آغاز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے خاندان، پیدائش، بچپن، جوانی، تجارت اور شادی کے تذکرے کے بعد رسول کریم ﷺ پر پہلی وحی اور اولین ایمان لانے والوں کا تذکرہ ہے۔ جلد اول میں نبوت کے پہلے تین برسوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ دوسری جلد میں چوتھے اور پانچویں سال کے پہلے چھے ماہ کے واقعات بیان ہوئے ہیں، جن میں اہم عنوانات یہ ہیں: مشرکین مکہ کی مخالفت کے اسباب، مشرکین مکہ کی جانب سے حجاج کو اسلام اور اس کی دعوت سے دور رکھنے کی تدابیر، کفار مکہ کی مخالفت پر رسول اکرم ﷺ کو صبر کی تلقین، دعوت حق سے باز رکھنے کے لیے ابو طالب کے پاس کفار مکہ کے وفود کی آمد اور اسلام قبول کرنے والے کمزور طبقات پر ظلم و ستم کے واقعات۔

جلد سوم میں اہل مکہ کے لیے مختلف قرآنی نصائح کا ذکر ہے، پھر قرآنی سورتوں کی درجہ بندی پر بات کی گئی ہے، باب ۵۳ میں نزول قرآن کے سات دور متعین کر کے ان کی تفصیل دی گئی ہے۔ مزید عنوانات میں، ہجرت کا اشارہ، عیسائیت کے ساتھ ڈائیلاگ کی تیاری، صبر کی نصیحت، مشرکین کے اعتراضات، ثابت قدمی کے حوالے سے مختلف قرآنی نصیحتیں، راہ حق کی مشکلات، سازشیں، ہجرتیں، ایمان کی دعوت، قصہ غرانیق کی حقیقت اور مخالفین کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے دعائیں یعنی معوذتین شامل جب کہ جلد چہارم کا آغاز نبوت کے پانچویں برس مکے کی صورت حال سے ہوتا ہے، پھر مشرکین کی اسلام مخالف کاوشوں اور ان کی ناکامیوں کا تذکرہ ہے۔ اس جلد کا ایک اہم عنوان اتمام حجت ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا ذکر ہے، مزید عنوانات ہیں: دعوت کا نیا دور، نبوت کے چھٹے سال نزول قرآن، مصالحت و بقائے باہمی، انسانیت کی تین گروہوں میں تقسیم، دورِ نبوت کی

تقسیم، دور نبوت کی تقویم، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے شامل ہیں۔ یہ تمام واقعات مولف کے منہج کے مطابق نزول قرآن کی زمانی ترتیب کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

سر دست یہی چار جلدیں ہمارے سامنے ہیں، یوں اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل قرآن کریم کی ترتیب نزولی کو، جو مولف کے سامنے جس صورت میں بھی موجود تھی، مولف نے واقعات سیرت سے منسلک کرکے پیش کیا ہے، اس بناپر درحقیقت اس کتاب یا سلسلۂ کتب میں بنیادی طور پر تو مباحث قرآن کو پیش کرنا مقصود ہے، مگر یہ مباحث واقعات سیرت کے ساتھ پیش کیے جارہے ہیں۔

قرآن کریم کی ترتیب نزولی کی بحث بھی نہایت اہم ہے، اہل علم کے ایک طبقے نے احکامات کے مدارج اور تدریج کو سمجھنے کے لیے اسے پیش نظر بھی رکھا ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے۔ چند ایک نے اسے پورے قرآن کریم کی تفہیم کے لیے ضروری قرار دیا ہے، مگر یہ بات اہم ہے کہ آخر الذکر فکر زیادہ متعارف نہیں ہوسکی۔ یہاں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ کیاپورے قرآن کریم کی ترتیب نزولی ہمارے علم میں ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ ایسا نہیں کہ متفقہ طور پر ہم پورے قرآن کریم کو ترتیب نزولی پر مرتب کرسکیں اور محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ امر منصوبۂ خداوندی کے خلاف ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے، ہم اس امر سے بھی واقف ہیں کہ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے کس کس طرح یہ انتظام فرمایا کہ تا قیامت یہ کتاب مبین اپنی اصل صورت میں موجود و محفوظ رہے، اس لیے اگر آج ہم ترتیبِ نزولی کو حتمی طور پر محفوظ قرار دینے میں تامل کا شکار ہیں تو یہ کہنا ہمارے لیے بڑا آسان ہے کہ یہ منصوبۂ خداوندی کے مطابق ہے۔ واللہ اعلم

سیرت نبوی کو قرآن کریم کی بنیاد پر مرتب کرنے کی دیگر کاوشیں بھی، (خصوصاً بیسویں صدی میں) سامنے آئی ہیں۔ برصغیر میں اس سلسلے میں مولانا عبد الماجد دریابادی کی **سیرت نبوی قرآنی**، **سیرت رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں** (عبد الغفور ارشد)، **حیات رسول ﷺ امی** (خالد مسعود)، **سیرت رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں** (محمد اسجد قاسمی ندوی) **سيرة الرسول: صورة مقتبسة من القرآن الكريم** قابل ذکر تصانیف ہیں۔

دورانِ مطالعہ چند باتیں سامنے آئیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی یہاں درج کردیا جائے، اگر ان میں کوئی بات کتاب کے لیے اصلاح طلب ہے تو کتاب کی آئندہ اشاعت میں اسے پیش نظر رکھا جاسکے اور اگر کوئی مغالطہ ہے تو راقم کی اصلاح ہوسکے۔

۱۔ قرآن کریم کی آیات کے ساتھ مکمل ترجمہ دینے کے بجائے مفہوم دینے کا اہتمام ہے، زیادہ مناسب ہوتا کہ ترجمہ درج کیا جاتا اور جہاں ضرورت ہوتی تو مزید وضاحتی نوٹ بڑھا دیا جاتا۔

۲۔ جلد اول کے ص ۱۰۸ پر سابقون الاولون کا ذکر ہے۔ یہ فہرست کئی ایک جدید العہد سیرت نگار مرتب کرنے کی سعی فرما چکے ہیں، اور ان کے ہاں موجود فروگذاشتیں یہاں بھی موجود ہیں، مثلاً اس فہرست کے آغاز ہی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہو کا بھی ذکر ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

۳۔ جلد اول ہی کے ص ۱۰۹ پر عام طور پر سیرت نگاروں کی جانب سے تحریر کیے جانے والے بیان "خفیہ دعوت" پر اعتراض کیا گیا ہے کہ "اردو زبان میں لفظ خفیہ عام طور پر مذموم اور سازشی کاموں اور مہمات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔" بات محل نظر ہے۔ اسے تفہیم کے لیے خاموش دعوت کا عنوان بھی دیا جا سکتا ہے، اصل میں یہ ایسا دورانیہ ہے، جب دعوتِ عام کی جگہ دعوت خاص کا انداز اختیار کیا گیا تھا، اور نصوص سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حکمت الٰہی کی بنیاد پر تھا، اسی لیے کم و بیش تین برس بعد دو ایسی آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں، جن میں اس سے آگے بڑھ کر دعوت کا حکم دیا گیا۔ یعنی الحجر ۹۷ اور الشعرا: ۲۱۴۔ اس لیے یہ بات باوزن محسوس نہیں ہوتی۔

۴۔ ص ۱۳۱ پر نبوت کے دوسرے سال نازل ہونے والی آیات اور سورتوں کا ذکر ہے، مؤلف لکھتے ہیں کہ "ذرا رک کر غور فرمائیے کہ اب تک کتنا قرآن مجید نازل ہو چکا ہے؟ پہلے سال کے اختتام تک یہ اجزا نازل ہوئے ہیں: سورة العلق (ابتدائی پانچ آیات)، سورة المدثر (ابتدائی سات آیات) سورة الضحی، سورة الانشراح، سورة الفاتحه، سورة الأعلیٰ، سورة العصر، سورة العاديات، سورة التكاثر، سورة الفيل، سورة القريش اور سورة القدر۔ (ج۱، ص۱۳۱) یہ بات محل نظر ہے اور عمومی بیان کے برعکس بھی۔

۵۔ جلد دوم میں ایک مقام پر مولف فرماتے ہیں: میں نے اس کتاب میں کوئی بات مضبوط حوالوں کے بغیر نہیں لی۔ نص سے ٹکرانے والی اور دین کے مزاج سے متصادم روایات کو ذکر نہیں کیا ہے۔ جو کتب ماخذ بنی ہیں ان کا تذکرہ کتاب کے آخر میں کر دیا ہے۔ معروف واقعات اور امور کے ذکر کو حوالوں سے بوجھل نہیں کیا ہے۔ ایک معاملے میں جہاں ایک سے زائد متصادم روایات ملی ہیں ان میں سے جسے

واقعات کے تسلسل میں دین کے مزاج سے زیادہ ہم آہنگ پایا ہے، اس کو بیان کر دیا ہے، تمام مختلف روایات اور رجحانات کا تذکرہ کر کے قاری کو حیران و پریشان confuse کرنے سے احتراز کیا ہے۔ جو امور بہت معروف نہیں ہیں ان کے حوالے دیے ہیں۔ (ج۲، ص ۱۲) لیکن پورے سلسلے میں بعض مقامات کے استثنا کے سوا کہیں بیانات کا حوالہ درج نہیں، نہ یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ کن کن روایات کو کن کن بنیادوں پر رد اور کن روایات کو قبول کیا گیا ہے۔ خاص کر رد ہونے والی روایات کا اس پورے سلسلۂ کتب کے بالاستیعاب مطالعے سے جاننے کی کوشش بھی کی جائے تو وجوہِ رد بہر کیف ''در بطن شاعر'' ہی رہتی ہیں۔

جلد دوم ہی میں ص ۲۴ پر لکھا گیا ہے کہ نبوت کے چوتھے سال کا آغاز ایک کھانے کی دعوت میں دین کی تبلیغ عام سے ہوا، جو آیات وأنذر عشيرتک الأقربين (الشعراء ۲۱۳ تا ۲۲۰) کے نازل ہونے پر تعمیل حکم میں بنو ہاشم کو کھانے پر بلا کر کی گئی۔ یہ آیات بعد میں سورۃ الشعرا کا حصہ بنادی گئیں۔ اس دعوت طعام میں دو بھائیوں جناب ابو طالب اور ابولہب میں تکرار ہوئی مگر سردار قبیلہ، جناب ابو طالب کی بات سے کسی کو مجال انکار نہ تھی اور محمد ﷺ کو اپنی پشت مضبوط نظر آئی۔ اس کے فوراً بعد فاصدع بما تومرو أعرض من المشركين (سورة الحجر ۹۴ تا ۹۹) کا حکم مل گیا، یہ آیات بعد میں سورۃ الحجر کا حصہ بنادی گئیں۔ (ج ۲، ص ۲۴) یہ بات بھی غیر واضح ہے کہ یہ آیات بعد میں کیسے اور کس موقع پر ان سورتوں کا حصہ بنائی گئیں؟ وضاحت ہو جاتی تو بہتر ہوتا۔

۶۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ فاضل مولف کے ماخذ اردو کتب یا عربی کے اردو تراجم ہیں، عام اسلوب کی کتب میں شاید ان سے استفادے میں مضائقہ نہ ہو، مگر علمی موضوع پر لکھنے والے اہل علم کے لیے یہ ثانوی ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں، اس لیے محض ان تراجم پر انحصار سے وہ تمام غلطیاں تحریر میں در آنے کا خدشہ رہتا ہے، جو خود ان ترجموں میں موجود ہیں۔

۷۔ بعض مقامات پر عربی اسما کے رومن ہجے درج کیے گئے ہیں، جیسے زنیرہ کے بعد Zin-ni-rah لکھا گیا ہے۔ (ج۲، ص۱۵۶) مگر اس کا التزام نہیں ہے۔

یہ چند باتیں مثال کے طور پر درج کی گئیں۔ مولف مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے متاثر ہیں، اس لیے ان کا بنیادی اور اہم ترین ماخذ مولانا خود یا ان سے استفادہ کرنے والے بعد کے اہل علم ہیں۔

کتاب سفید آفسٹ کاغذ پر سلیقے سے پیپر بیک پر شائع ہوئی ہے۔